محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم، اذ
طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب، شدید سواد الشعر، لا یری علیہ اثر السفر، و لا
یعرفہ منا احد، حتّٰی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ. ووضع
کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام، قال الاسلام ان تشھد ان لا
الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ، وتقیم الصلوٰۃ، وتؤتی الزکوٰۃ، وتصوم رمضان
وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا- قال صدقت- فعجبنا لہ یسئلہ ویصدقہ
قال فاخبرنی عن الایمان- قال ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الا
وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ - قال صدقت- قال فاخبرنی عن الاحسان- قال
ان تعبد اللہ کانک تراہ، فان لم تکن تراہ فانہ یراک - قال فاخبرنی عن السا
قال ما المسئول عنھا باعلم من السائل ــــ الی اٰخر الحدیث ــ (مشکوٰۃ، کتاب الایمان
بحوالہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال بہت ہی سیاہ تھے - اس پر سفر کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے، او
ہم میں سے کوئی بھی اُسے نہیں پہچانتا تھا- وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھ گیا - اس نے اپنے گھٹنے آنحضرتؐ کے گھٹن
کی طرف کر لیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا- اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے بارے میں ت
کہ وہ کیا ہے؟ اور اس کی تعریف کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا - اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سو
کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ محمد، اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور یہ کہ تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کر
رمضان کے روزے رکھے اور اگر مالی طاقت ہو تو حج بیت اللہ کرے - (یہ سن کر) اس نے کہا - آپ نے درست فرمایا- حضرت ع
فرماتے ہیں- ہمیں اس سے تعجب ہوا کہ یہ شخص آپ سے سوال بھی کر رہا ہے اور ساتھ ہی تصدیق بھی کر رہا ہے - پھر اس شخص نے آنح

سے عرض کیا، مجھے آپ یہ بتایئے کہ ایمان کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو، قیامت کو ماننے اور ان پر ایمان لائے۔ نیز تقدیر کو اس کے اچھے اور برے تمام پہلوؤں کے ساتھ مانے۔ اس نے کہا آپ نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا۔ اس شخص نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے احسان یعنی اخلاص کے بارے میں بتایئے کہ وہ کیا ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ اخلاص یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اپنے آپ پر یہ کیفیت طاری نہیں کر سکتا تو اتنا ضرور کر کہ تجھے یہ احساس ہو کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے؟ (ایک سوال نو وارد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیا کہ) آپ مجھے قیامت کے متعلق بتایئے کہ کب قائم ہوگی؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ قیام قیامت کے بارے میں جس شخص سے سوال کیا گیا ہے وہ بھی سوال کرنے والے سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ (الی آخر الحدیث)

دیگر اخلاقی اور معاشرتی امور کے علاوہ باہمی میل جول اور ایک دوسرے سے گفتگو کے طریقے بھی اسلام نے پوری طرح واضح فرما دیے ہیں۔ اپنے سے بڑے کے ساتھ کس نہج سے ہم کلام ہونا چاہیے، کسی معزز و محترم شخصیت سے کس انداز سے بات کی جائے، اہلِ علم اور بزرگ سے کیا طرزِ تخاطب اختیار کیا جائے۔ کسی سے کوئی اہم مسئلہ دریافت کرنا ہو تو کیا اسلوب اپنایا جائے۔ اور ادب و احترام کے کن تقاضوں کو سامنے رکھ کر سلسلۂ کلام شروع کیا جائے۔ یہ سب چیزیں حدیثِ رسول اللہ میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

آپ ایک معاملے سے ناواقف ہیں اور کسی واقف اور پڑھے لکھے شخص سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس کے ساتھ گفت گو کا کیا طریقہ ہے اور بات کرنے کا کیا ڈھنگ ہے، اسلام نے پہلے ہی قدم پر اس کی تعلیم دے دی ہے، تاکہ آپ آگے چل کر کسی غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور معزز و محترم شخصیتوں سے اس طرح سے ہم کلام نہ ہو جائیں جو نامناسب اور غیر مہذب ہے اور سوئے ادب کی ذیل میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں مذکورہ بالا حدیث مع ترجمہ آپ کے ملاحظہ میں آ چکی ہے۔ حدیث خاصی طویل ہے اس کا ایک حصہ بیان کیا گیا ہے۔ حدیث کے باقی حصے میں کچھ اور باتوں کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ نو وارد حضرت جبریل تھے، جو مسلمانوں کو اُن کا دین سکھانے کی غرض سے آئے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ جبریل علیہ السلام دینِ اسلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کریں اور آنحضرت ان سوالات کا جواب دیں اور سوال و جواب کے نتیجے میں مسلمان اپنے دین کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر لیں۔

یہ حدیث بہت سے بنیادی اور ضروری امور کی وضاحت کرتی ہے۔ اس نے یہ اچھی طرح بتا دیا کہ اسلام کیا ہے اور کن کن چیزوں کو اختیار کرنے اور ان پر عمل کرنے سے انسان مسلمان ہوتا ہے۔ اس حدیث سے

یہ بھی واضح ہوگیا کہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد کن باتوں کو ماننا اور دل کی گہرائیوں میں اتارنا اور خلوصِ نیت سے ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اخلاص و احسان کے بارے میں بھی یہ معلوم ہوگیا کہ وہ کیا شے ہے اور ایک مخلص مسلمان کو اللہ کی عبادت کرتے وقت اخلاص کی کن کیفیات کو اپنے اوپر طاری کرنا چاہیے۔

قیامت اور یومِ آخرت کے متعلق بھی اس میں بتا دیا گیا ہے کہ اس کا کسی فردِ بشر کو علم نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی اور کس وقت دنیا کو عالمِ برزخ کی پہنائیوں سے اُٹھا کر اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا اور ان کے نیک و بد اعمال کا باقاعدہ حساب لیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو ان کے اعمالِ حسنہ کا اچھا بدلہ ملے گا اور بُروں کو بُرائیوں کی سزا بھگتنا ہوگی۔ یہ سب کس وقت وقوع پذیر ہوگا؟ اللہ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں۔!

ایک اور چیز جو اس حدیث سے معلوم ہوئی، وہ ادب و احترام کے بنیادی تقاضے ہیں۔ قابلِ احترام شخصیتوں سے کس طریق سے بات کی جائے؟ اہلِ علم سے کیا انداز اختیار کرکے مسائل دریافت کیے جائیں؟ ان کی خدمت میں کس اسلوب سے حاضری دی جائے؟ اور ان کی مجلس میں کس طرح بیٹھا جائے؟ یہ سب امور اس حدیث نے واضح کر دیے ہیں۔

غور کیجیے حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انسانی شکل میں اس وقت حاضر ہوتے ہیں، جب صحابہ کرام اچھی خاصی تعداد میں آپ کی خدمت میں موجود ہیں۔ جبریل انتہائی سفید لباس میں ملبوس ہیں۔ دوزانو ہوکر اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ کر نہایت ادب و احترام کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور بغایت منکسرانہ اور مودبانہ لب و لہجہ سے بات کرتے اور سلسلۂ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سوال کا جواب دیتے ہیں تو جبریل کمالِ عاجزی سے کہتے ہیں۔ "صَدَقْتَ" درست فرمایا آپ نے یا رسول اللہ!

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی بڑی اور عالم شخصیت کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے یا استفادہ کے لیے حاضری دی جائے تو اس کے وقار کا تقاضا یہ ہے کہ سائل باقاعدہ اہتمام کے ساتھ اس کے پاس جائے، صاف ستھرا لباس زیبِ تن کرے اور ادب کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھے۔ پھر جواب ملنے پر بجا ارشاد فرمایا، "صحیح فرمایا" وغیرہ ادب کے الفاظ کہے۔

اہلِ علم کی مجلسوں میں استفادہ کی غرض سے جانا اور ان کے سامنے اکڑ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جانا

اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے تکلفی سے بات کرنا آدابِ مجلس اور وقارِ اہلِ علم کے منافی ہے۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سائل جس شخص سے مسئلہ پوچھے وہی جواب دے۔ دوسرے لوگ بے شک مسئلہ جانتے ہوں مگر انھیں خاموش رہنا چاہیے۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ سائل جس شخص سے سوال کرتا ہے، وہ تو ابھی جواب کے لیے سوچ ہی رہا ہوتا ہے مگر دوسرے لوگ فوراً بول اُٹھتے ہیں اور جواب دینے کے لیے بے قرار ہو جاتے ہیں۔ یہ طریقہ نادرست اور آدابِ مجلس کے خلاف ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔
حدیث سے مزید معلوم ہوا کہ سائل اور مسئول دونوں کو مل بیٹھ کر اور غور و فکر سے ایک دوسرے کی بات اور مزاج کو سمجھنا چاہیے اور سوال کے مطابق جواب دینا چاہیے۔ مختصر اور جچی تلی بات کرنا چاہیے لمبی اور بے مقصد گفتگو سے فریقین کو احتراز کرنا چاہیے۔

انتخاب حدیث

از مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی

یہ کتاب ان احادیث کا مجموعہ ہے جو زندگی کی اعلیٰ قدروں سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے فقہ کی تشکیلِ جدید میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہر حدیث کی الگ سُرخی قائم کی گئی ہے اور اس کا سلیس ترجمہ بھی درج ہے۔ یہ مجموعہ حدیث کی چودہ کتابوں کا خلاصہ اور بے مثل انتخاب ہے۔

قیمت ۲۷ روپے　　　صفحات ۲۰ + ۶۶۴

ملنے کا پتہ :- ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور